ضبط و ترتیب : جناب فیصل حنیف

طالبان کی حکومت اور فرزندِ اقبال جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کے نیک تاثرات اور ایوان شریعت میں طلباء سے خطاب

جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب گزشتہ دنوں نجی دورے پر افغانستان تشریف لے گئے تھے۔ کہ وہاں کی نئی صورت حال اور طالبان کی طرز حکومت کو بچشمہ خود ملاحظہ کریں۔ اور وہاں افغانستان کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مولانا نور محمد ثاقب حقانی (جو حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں) سے بھی تبادلہ خیال فرمایا۔ واپسی میں ۴ اپریل کو اپنے رفقاً سمیت اچانک دار العلوم حقانیہ تشریف لائے۔ اور دفتر الحق میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے وہاں کی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال فرمایا۔ اور حضرت مولانا مدظلہ کی خواہش پر آپ نے دورہ افغانستان کے تاثرات طلبہ سے اپنے خطاب کے دوران فرمائے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے جہاں تحریک طالبان اور انکے نظام حکومت کی کھلے دل سے تعریف کی وہاں آپ نے چند باتیں اپنی آزاد طبیعت اور مخصوص نقطۂ نگاہ سے بیان کیں جس پر مولانا مدظلہ دوران خطاب ہی ہلکے پھلکے انداز میں اختلاف نوٹ کرتے رہے۔ ادارہ ان کی تقریر کا متن ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کر رہا ہے لیکن بعض امور میں اختلافِ رائے کیساتھ۔ جناب ڈاکٹر صاحب کا شاید یہ پہلا خطاب ہے جو انہوں نے کسی دینی مدرسے میں علماء اور طلباً سے کیا ہو۔............(ادارہ)

محترم حضرات! میں اور مولانا سمیع الحق ہم دونوں سینٹ میں کولیگس رہے ہیں اور مجھے یقین نہیں تھا کہ مولانا یہاں موجود ہونگے ہم تین افراد افغانستان کے دورہ پر گئے تھے ' میرے دوست پروفیسر حفیظ ملک اور جنرل امتیاز ہم ابھی کابل سے واپس آرہے ہیں اور اسلام آباد جارہے ہیں تو راستے میں انہوں نے اس خواہش کا ظاہر کیا کہ دار العلوم حقانیہ میں پہنچ کر کچھ طالبان اور دار العلوم کے بارے میں معلومات حاصل کریں مجھے مولانا کی موجودگی کا پتہ چلا اور انہیں میری آمد کا تو پھر یہاں رکنے کا موقع ملا۔ میں آپ سب سے ملکر بہت متاثر ہوا ہوں۔ مولانا اور میرے خیالات بعض اعتبار سے تو ایک جیسے ہیں اور بعض مقامات پر جب میں انہیں جدیدیت کی طرف کھینچتا ہوں تو یہ مجھے قدیمت کی طرف کھینچتے ہیں تو یہ قدیم و جدید کا قصہ ہمارے درمیان چلتا آرہا ہے کئی

سال ہم نے اکھٹے سینٹ میں گزارے ہیں۔

ابھی جب ہم کابل گئے تو افسوس یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ غزنی بھی جاؤں اور قندہار بھی۔ لیکن چونکہ ہم اپنے طور پر گئے تھے اور ہم حکومت کے کارندے نہیں تھے اور نہ ہی طالبان حکومت کو یہ علم تھا کہ ہم یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اسوجہ سے ہم لوگ کابل تک ہی محدود رہے۔ وہاں کی حالت بہت خستہ ہے اور جس دن ہم وہاں پہنچے تو مجھے یہ احساس ہوا کہ ہم بھی اسی طرح اگر آپس میں لڑیں تو کس طرح ملک تباہ ہو سکتا ہے۔ اتنی تباہی تو وہاں روسیوں نے نہیں پھیلائی جتنی آپس میں جو War Lords تھے انہوں نے پھیلائی اور طالبان نے سب سے بڑی جو خدمت کی ہے اس سرزمین کیلئے وہ یہ ہے کہ انکو امن دیا ہے اور امن اس وقت سب سے بڑی ضرورت ہے وہی جو اور کوئی دینے کو تیار نہیں ہوتا تھا تو طالبان کی حکومت اسوقت جس طرح آپ سبکو علم ہے کہ تقریباً ۹۰ فیصد افغانستان کی سرزمین پر ہے اور صرف ایک فیصد یا چھوٹی سی ایک پاکٹ ہے ایک حصہ ہے جو اسوقت انکے دشمنوں کے قبضے میں ہے یعنی شمالی اتحاد۔ اب اسوقت وہاں پر لل ہے لیکن کم از کم میری اپنی دلی خواہش یہ ہے کہ پاکستان جس طریقے سے بھی کر سکتا ہے انکی مدد کرنے کو تیار ہو اور انکو رسد و سائل پہنچائے۔ روسی جارحیت اور پھر مختلف دھڑوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے وہاں بہت نقصان ہوا ہے۔ اس وقت وہاں سب سے زیادہ ضرورت غربت کو دور کرنے کی ہے بیماری کو دور کرنے کی ہے اور اسکے ساتھ ہی بے روزگاری وہاں پر بہت ہے۔ ہم نے تو محسوس کیا ہے کہ اسوقت وہ نہایت مشکل حالات سے دوچار ہیں۔ ساری دنیا انکی اسوقت دشمن ہے اور اس وقت صرف پاکستان ہی انکے ساتھ کھڑا ہے اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ پاکستان جو ہے اسوقت طالبان کیساتھ کھڑا ہے اور جتنی حتی الوسع ہم اپنی طرف سے طالبان کی مدد کر سکتے ہیں کر رہے ہیں ہماری موجودگی میں وہاں ایک قافلہ U.N کے Food Department کی طرف سے جو غالباً رسد کھانے کیلئے وہاں لوگوں کو کچھ دینے کیلئے دنیا کی طرف سے آیا ہوا تھا۔

تو ہمارے وفد نے محسوس کیا کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنکی وجہ سے ہمیں کسی نہ کسی طریقے سے اگر اسوقت جو 1/10 حصہ دشمنوں کے قبضے میں ہے شمالی اتحاد کے قبضے میں ہے اور

۔ساری دنیا اسوقت انکے ساتھ ہے روس انکے ساتھ ہے اسی طرح برطانیہ ‘امریکہ ‘ہندوستان اور اسی طرح دیگر ممالک بھی انکا ساتھ دے رہے ہیں۔اسوقت وہاں سوائے پاکستان کے میں سمجھتا ہوں کوئی بھی ایسا ملک نہیں جو انکی پوری مدد کر سکے۔ ہم بھی اپنی مشکلات میں اسوقت گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اسی طرح بے روزگاری اور قرض ہے جو باہر کے ملکوں کو ہم نے ادا کرنا ہے اسکی وجہ سے ہم کسی طور پر بھی انہیں پوری امداد نہیں دے سکتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مثال قائم ہوئی ہے۔ دو چیزوں کے کرنے کی ضرورت ہے ایک توانکی امداد کی جائے مالی طور پر جس صورت میں بھی ہم کر سکتے ہیں تاکہ انہیں کھانے کا یا خوراک کا جو مسئلہ ہے وہ حل کیا جاسکے اور دوسرا یہ کہ انکے ہاں بے روزگاری کو دور کیا جائے ساری کی ساری سڑکیں ٹوٹی ہوئیں ہیں اور بہت سے علاقوں میں کابل سمیت جو بارودی سرنگیں (Mines) انہوں نے بچھائی ہوئی ہیں انکو دور کرنے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ پہ کابل میں اگر آپ جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں لکھا ہوا ہے کہ ابھی تک یہاں Mines کی Clearing نہیں ہوئی ہے۔

ہم غزنی بھی جانا چاہتے تھے لیکن وہاں پر معلوم ہوا کہ بعض جگہیں یا مقامات اس قسم کے ہیں کہ وہاں شب خون مارا جاسکتا ہے یا کوئی دوسرا نقصان ہو سکتا ہے اور ابھی بھی دشمن کی ٹولیاں اس قسم کی پھیلی ہوئی ہیں جسکی وجہ سے شب خون یا دوسرے خطرات کے سبب ہم آپ کی سکورٹی کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے۔ یہ بات ہماری پاکستان کی ایمبیسی کے ذمہ دار افراد نے ہمیں بتائی اور ابھی بھی وہاں بعض علاقوں کے حالات مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئے (۱)۔ تو مجموعی طور پر یہ صورت حال ہے اور کسی نہ کسی طریقے سے جو مخیّر ادارے ہیں یا جن کا تعلق ضروری نہیں کہ حکومتی اداروں سے ہو یعنی مخیّر ادارے جو کچھ بھی انکے لئے دے سکتے ہیں انکی امداد کر سکتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے ‘بچیاں وہاں پر بعض جگہ بھکاریوں کی صورت میں پھرتے ہیں تو اس چیز نے وہاں

---

(۱) پاکستان ایمبیسی کے عملہ نے انتہائی غلط بیانی اور مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ کابل سے غزنی جانے کا راستہ مکمل طور پر پرامن ہے۔ عملہ نے اپنے آپ کو تکلیف سے بچانے کیلئے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

مجھے سب سے زیادہ attract کیا اور ہم نے سوچا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اخباروں میں اور دوسری جگہوں پر یہ ذکر کیا جائے تاکہ یہ جو مشکلات اور پسماندگی کی صورت ہے کو تبدیل کیا جاسکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر دنیائے اسلام میں افغانستان کے طالبان کامیاب ہوتے ہیں تو یہ ایک بڑی اچھی مثال ہوگی وہاں پر ہمیں دوسرے وزراء سے تو ملنے کا اتفاق تو نہیں ہوا چونکہ ہمارے پاس سرکاری یا گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ایسی اسناد نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی اس قسم دوسری صورت تھی۔ پاکستانی ایمبیسی کے ایمبیسڈر عزیز خان صاحب ہیں جنکا تعلق صوبہ سرحد سے ہے انکی وساطت سے کم از کم چیف جسٹس سے وہاں کابل میں ان سے ملاقات ہوسکی مولوی نور محمد ثاقب سے جو آپکے ہاں حقانیہ سے پڑھے ہوئے طالبعلم ہیں۔ جہاں تک فقہ اور قانون کا تعلق ہے تو انکو اس پر کافی عبور حاصل ہے میری جوان سے بات چیت ہوئی وہ یہی تھی کہ آپ نے یہاں پر جو اسلامی قوانین ہیں کو کس طرح نافذ کیا ہوا ہے۔ فوجداری کے سلسلے میں کیا صورتحال ہے اور دیوانی عدالتوں کی صورت میں کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ فی الحال تو ہم نے یہاں سے جو بھی فوجداری قوانین ہیں انکے جرائم کے خاتمے کیلئے اسلامی دائرہ کے تحت لاکر اس پر زیادہ توجہ دی ہوئی ہے، اور جہاں تک دیوانی معاملات کا تعلق ہے انکے متعلق ہمارا رویہ یہی ہے کہ جو قوانین یہاں پر نافذ العمل ہیں جب تک کہ وہ اسلام سے یا اسلامی اقدار اور قوانین سے متصادم نہ ہوں تو ہم انکو اسی طرح جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن جہاں تک یہ حدود کے سلسلہ کا تعلق ہے وہ وہاں پر نافذ ہیں۔ Anyway بہت ساری ایسی باتیں تھیں جو انکے ساتھ زیر بحث آئیں میرا تعلق جیسا کہ مولانا نے آپ سے فرمایا کہ میرے دل میں ایک چھوٹا سا باغی بھی ہے اور جب تک یہ بغاوت کا دل میں مادہ نہ ہو نیا راستہ اللہ تعالیٰ نہیں دکھاتا تو میں نے ان سے یہی گزارش کی کہ آپ اجتہاد کے عمل پر کس حد تک قائم ہیں۔ میں نے انکے سامنے حوالہ حضورؐ کی حدیث سے دیا کہ جس میں انہوں نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بناتے وقت انکو ہدایت کی تھی کہ تمہارے سامنے جو مقدمات آئینگے انکے فیصلے کس طرح کروگے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن کے مطابق فیصلے ہونگے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر قرآن رہبری نہ دے تو پھر۔ تو انہوں نے کہا کہ پھر میں حدیث اور سنت رسولؐ پر چلوں گا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ بھی

ہدایت نہ دے تو پھر ؟ توانہوں نے کہا کہ پھر میں اپنی عقل استعمال کرونگا۔ تو میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ جو حضورؐ کی حدیث ہے کیا یہ تاقیامت جاری وساری ہے اور قائم ہے یا یہ کہ اسکا وقت گزر چکا ہے ؟ تو وہ کہنے لگے تو میں نے کہا کہ میری نگاہ میں یہ جو اجتہاد کا تسلسل ہے یہ تاقیامت جاری وساری ہے وہ کہنے لگے کہ نہیں اسکے بعد کئی ائمہ آئے اور انہوں نے اجتہاد پورا کر دیا اور وہ پورا ہو چکا اور اب مزید اسکی گنجائش نہیں ہے میں پھر اسکے بعد اس بحث کو آگے نہیں لے کر گیا لیکن میں نے کہا کہ ہمارے بعض مسائل اس قسم کے ہیں بالخصوص کم از کم میرے ملک میں تو سب سے بڑا مسئلہ آئین کا ہے کہ کونسا دستور ہو جو کہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو اور آج کی جو ضروریات ہیں ان پر بھی حاوی ہو اور اس قسم کی اظہار رائے بھی ہو سکے جیسا کہ ہمارے ہاں شوریٰ کا تصور ہے اور اسکے ساتھ ہی ہم اپنے مسائل بھی حل کر سکیں۔ دوسری چیز میں نے انہیں کہا کہ ہمارے ہاں مشکلات Economics کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ بلاسود بینکاری یہاں پر رائج ہو اور اس کیلئے ہم یہاں کیا طریقہ کار اختیار کریں پھر میں نے کہا کہ یہاں ایک اور بڑا مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ ہے معبدی اقتدار کا جسکی کشمکش ہے شخصی آزادی کیساتھ 'اسکے لئے کیا راہ نکالی جائے ہمارے جو مدارس سے طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں آپ جیسی شخصیات وغیرہ اور جو ہماری سیکولر یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں وہ ایک ہی محلے میں رہتے ہوئے بھی دو مختلف دنیاؤں سے تعلق رکھتے ہیں اور آپس میں انکا مکالمہ ہو ہی نہیں سکتا ہے تو یہ Dialogue کسطرح شروع کیا جائے۔ یعنی اسوقت مسلمانوں کو جو سب سے بڑا مسئلہ در پیش ہے خصوصاً مغربی میڈیا دینا میں وہ ایک Clash of Civilization ہے دو تمدنوں کا آپس میں Clash ہے یہ آپکو ہر جگہ نظر آتا ہے آپ کیوں سمجھتے ہیں کہ جو شمالی اتحاد جو مختلف دھڑوں کا ہے اور انہیں مختلف ممالک کی سرپرستی حاصل ہے افغانستان میں اور طالبان انکے درمیان کیا کشمکش ہے کون لوگ ہیں جو اس وقت مسعود کے پیچھے ہیں۔ وہ سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو Clash of Civilzation سے تعلق رکھتے ہوئے بغیر کسی وجہ کے اسلام کے مخالف ہیں وہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں جیسے کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو کہ آپ کو صرف Ter-rorism ہی سکھاتا ہے اور اسکا کوئی اور پہلو نہیں ہے۔ تو یہ Clash of Civilization جو اسوقت

دنیائے اسلام سے باہر ہے وہی Inter civilization ہم میں بھی پیدا ہورہا ہے وہ کبھی فرقہ ورانہ صورت اختیار کرتا ہے اور کبھی جدید اور قدیم کے مسلئے کی صورت میں سامنے آتا ہے یہاں پر صرف سید جمال الدین افغانیؒ کی ایسی شخصیت تھی جنہوں نے یہ کوشش کی کہ یہ جو دو مختلف طرز فکر ہیں انکا آپس میں اتحاد ہوسکے چونکہ ہم میں اس وقت جو سب سے بڑا خدشہ تھا وہ مغربی طاقتوں کے پھیلاؤ کا تھا تو علامہ افغانی کامیاب ہوئے اس سلسلے میں دنیائے اسلام کو متحد کرنے کیلئے تو وہی مرحلہ ہمیں اسوقت بھی درپیش ہے اور خاص طور پر جو افغانستان کی سرزمین ہے وہ اسوقت اس میں گھری ہوئی ہے اور ہمارے لئے بھی یہ اپنے دماغ کو Clear کرنا چاہیے کہ ہم نے یہ مسائل کس طرح حاصل کرنے ہیں۔ اور کسطرح آپ میں اور وہ جو مغربی طرز کے یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں ایک طرح سے اختلاط پیدا ہو اور آپ ایکدوسرے کے قریب آئیں تاکہ آپ مسائل سمجھ سکیں کہ اسوقت جو جدید دینا کے مسائل ہیں وہ کیا ہیں۔ بہر حال یہ تو ایک بڑی طویل بحث ہے اور خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جو دینی دارالعلوم ہیں ان میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ آپ میں سے ہر ایک میں ایک اجتہادی کلچر پیدا کیا جائے اور آپ ہر مسئلے کے بارے میں خود صاحب اجتہاد ہوں اور آپ کو اس بارے میں کچھ Courage کی ضرورت ہے۔ کچھ حوصلے کی ضروت ہے اور اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ اجتہاد فکر وہ اتنا ضروری ہے کہ اگر آپکا اجتہاد غلط بھی ہو لیکن آپکی نیت صاف ہو تو اسکا بھی اللہ تعالیٰ آپکو معاوضہ دے گا تو مقصد یہی ہے کہ آج کے زمانے میں جو آج کی ضروریات ہیں انکے اوپر حاوی ہونے کی کوشش کی جائے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں اور آپکا زیادہ وقت نہیں لونگا کہ آپ کی کلاس شروع ہونے والی ہے لیکن میری دلی خواہش ہے اور میں نے مولانا سے بھی کہا ہے کہ اگر میں جوانی میں یہاں آتا تو میری یہ بڑی خواہش تھی کہ یہاں سے تعلیم حاصل کرتا مگر میرا پھر بھی یہی خیال ہے کہ اگر یہاں سے مجھے اگر پوری Equipment ملتی اور میرے پاس سارا علمی اسلحہ آپ والا ہوتا تو میں زیادہ دلی طور پر اور حوصلے کیساتھ نیا راستہ نکال سکتا تھا (اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ہنستے ہوئے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کو لقمہ دیا کہ پھر آپ اجتہاد بھی نہ کرتے اس پر ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور دیگر تمام شرکائ

خاصے محظوظ ہوئے) اس وقت ہمیں تشکیل فکر کی ضرورت ہے مذہب میں اور خاص طور پر فقہ کے معاملات میں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عبادات میں ہمیں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے اور اسوقت فی الحال ہمیں صرف معاملات کے بارے میں ہے اور انکے مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا سیاسی نظام کیا ہو، ہمارا ثقافتی نظام کیا ہو ہمارے معاشی مسائل کو کس طرح حل کیا جا سکے؟ آپ ریسرچ کر کے ہمیں خود بتائیں کہ بلا سود بنکاری کس طرح ہو اور ربوٰ میں اور آج کے سود میں کیا فرق ہے؟ اور ان سارے مسائل پر غور کی ضرورت ہے اور خصوصاً آج ان مدارس کے علاوہ اور کون ان مسائل کو حل کریگا؟ اور اگر یہ مثال افغانستان میں بنتی ہے کہ وہاں آپ ہی جیسے مدرسوں اور دار العلوم سے تعلیم حاصل کرنے والے اس وقت حاکم ہیں۔ کل اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یہاں حاکم بنا سکتا ہے تو آپ کو یہ ساری چیزیں سوچ کر تیار رکھنی چاہیں تو بہر حال مجھے آپ سے بہت ساری توقعات وابستہ ہیں اور مجھے خاص طور پر مولانا صاحب کی یہ بات بڑی پسند آئی کہ وہ کہنے لگے کہ آپ ہماری بات بھی کر گئے ہو اور اپنی بھی' تو میں نے انہیں کچھ لکھ کر دیا کہ میں اگر یہاں جوانی میں آتا تو یہیں بیٹھ جاتا اور یہیں سے اپنی تعلیم حاصل کرتا کوئی نیا راستہ بھی نکالتا تو ساتھ کہتے ہیں کہ آپ اپنی بات بھی کر گئے ہو تو کوئی نیا راستہ نکالنے کا میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اکبر بادشاہ کی طرح کوئی نیا دین ایجاد کرتا میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وقت کی ضروریات کے مطابق مسلمانانِ عالم اسوقت مختلف ملکوں میں تقسیم ہیں ہمارے پاس ایسا کوئی ادارہ نہیں یہاں پر۔ اگر تیونس میں کوئی قانون پاس ہوتا ہے تو مصر میں اس سے مختلف قانون ہوتا ہے اور یہاں مختلف ہوتا ہے' وہ جو اسلام کا ایک مقصد تھا کہ ملت میں ایک ہی قسم کے قوانین ہوں وہ اب حل نہیں ہو رہا تو اسکو حل کرنے کیلئے ایک عالمی ادارے کی بھی ضرورت ہے ہمیں کوئی اصلاح باہر سے نہیں ملتی ہمیں کوئی پتہ نہیں عربوں نے جو نظام قائم کر رکھا ہے بلا سود بینکاری کا جسکو Profit & Loss Account یا جسکو Mark up Accounts وغیرہ کہتے ہیں لیکن وہ ہماری سپریم کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ بینک کا جو سود ہے وہ ممنوع ہے لیکن اسکے متبادل کی ہمارے سامنے وضاحت نہیں ہے تو وہ وضاحت بھی آپ کے ذمے ہے اسوجہ سے آپ

صرف دینی علوم ہی پر زیادہ توجہ نہ دیں بلکہ یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ Economics سے کیا مراد ہے جدید علوم کیا ہیں؟ قوم کا تخیل کیا ہے؟ قوم کا لٹریچر کیا ہے؟ شعر وشاعری کیا ہے؟ یہ سب جاننے کی چیزیں ہیں تاکہ وہ امتیاز اور فرق جو دینی مدرسوں سے فارغ التحصیل طالب علم اور دوسری یونیورسٹیوں کے طالب علموں کے درمیان پایا جاتا ہے اسے ختم کر دیا جائے آپکو صرف ملا نہ سمجھا جائے بلکہ آپ کو عالم سمجھا جائے اور صحیح معنوں میں عالم سمجھا جائے۔ سید جمال الدین افغانیؒ سے جو علماٗ کی پرخاش ہوئی اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ تم نے علم کو محبوس کر رکھا ہے۔ آپ نے علم کے معنی محدود کر کے وہی علم قرار دے دیا ہے جو کہ دینی علوم کا ماہر ہو۔ کیا ڈاکٹر عبدالقدیر عالم نہیں ہے کیا ایسا شخص جو تاریخ کا ماہر ہو وہ عالم نہیں ہے۔ پرانے زمانے تو ہر شخص عالم تھا جو علم جانتا تھا لیکن اب آپ نے علم کی تشریح کو اتنا محدود کر رکھا ہے کہ علم سے مراد صرف وہی ہے یعنی فقہ ' تفسیر اور حدیث کے متعلق جو معلومات اور معاملات ہوں تو اسکے لئے بھی آپ نے بتایا کہ آٹھ سال کا کورس ہے جو کہ ایک محدود قسم کا کورس ہے اور آٹھ سال میں آپ کی جوانی گزر جاتی ہے (مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درمیان میں بات کاٹتے ہوئے فرمایا کہ یہ کورس محدود نہیں ہے بلکہ اس کورس میں ۱۴ سے زائد علوم پڑھائے جاتے ہیں اور اسکے علاوہ عصری علوم کا بھی ایک بڑا حصہ ہم نے نصاب میں شامل کر دیا ہے۔ جبکہ پرائمری اور ہائی سکول تک آٹھ دس سال گزارنے پڑتے ہیں)۔ آج جدید علوم حاصل کئے بغیر کسی قوم کیلئے چارہ ہی نہیں ہے آباد رہنے کا تو کس طرح حاصل کئے جائیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسلام کا اصل مقصد اگر آپ جدید نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو وہ Dual concept of Happiness ہے کہ اس دنیا میں بھی خوشی حاصل کرنا اطمینان حاصل کرنا' مسرت حاصل کرنا اور آخرت میں بھی اسکے لئے تیاری کرنا تو یہ دو Dualcon-cept of Happiness اسلام کا نظریہ ہے۔ جو ہمیں متمیز کرتا ہے یونانی اور اسی طرح کے دیگر مغربی افکار سے کیونکہ مغربی فکر تو یونان ہی کی عکاسی کرتی ہے لیکن ہمارا جو تصور ہے اسلام کا وہ تو Dual ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہم other worldiness پر صرف زور ڈالیں کہ آخرت ہی اصل حقیقت ہے یہ جو زندگی ہے یہ تو عارضی ہے۔ اگر یہ عارضی بھی ہے تو یہاں بھی رہ کے ترقی کی

ضرورت ہے جب عالم اسلام کا تمدن روشن تھا تو ہم ہی معیار تھے دینا کو علم ہم دیتے تھے۔ مغربی یونیورسٹیوں سے جو تحصیل علم کیلئے طالب علم آتے تھے وہ ہماری اسلامی یونیورسٹیوں میں ہی آتے تھے۔ مثلاً قرطبہ میں آتے تھے، قاہرہ (الازہر) جاتے تھے انہی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرتے تھے تواب ایسا زمانہ بدل گیا ہے اس زمانے میں تو یورپین کیلئے عربی لباس پہننا اور نہانا پاک صاف ستھرا رہنا یہ سب مسلمانوں سے انہوں نے سیکھا اس زمانے میں جو نہاتا تھا عربوں کے لباس پہنتا تھا انکو پادری کہتے تھے کہ یہ کافر ہے اور دیکھو جی یہ نہاتا ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے یہ پاک و صاف رہنا یعنی غلاظت بھی ایک طرح سے فخر کی نشانی سمجھی جاتی تھی تو میں بھی یہی عرض کرونگا کہ ہم نے جب دنیا کو ایک جدید تعلیم سے روشناس کرایا تو ہم کیوں دنیا سے ڈر جائیں ہمیں ان تعلیمات کو حاصل کر کے اپنی ہی طرف سے دنیا کو ایک نیا راستہ دکھانا ہے جو جدید علوم ہیں ان سے بھی باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ مجھے آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی ہے اور میں اب بھی بار بار کہتا ہوں کہ ہمیں آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

............O☆O............

جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں رائے بک میں جن نیک خواہشات کا اظہار فرمایا ہے۔ نذر قارئین ہے۔ .... ادارہ

بسم اللہ

میں نے آج مولانا سمیع الحق صاحب کی دعوت پر دارالعلوم کا دورہ کیا اور انکے کتب خانوں اور طلباء کی تعداد سے بے حد متاثر ہوا۔ اگر جوانی میں آتا تو شاید یہیں سے تعلیم حاصل کرتا اور اس ادارے کے فیض سے مسلمانانِ عالم کے لئے کوئی تخلیقی تحقیقی نئی راہ نکالتا۔ فکر نو کی تشکیل کی اشد ضرورت ہے۔

دیکھ چکا المنی' شورشِ اصلاح دیں　　جس نے نہ چھوڑے کہیں' عہدِ کہن کے نشان
چشم فرانسیس بھی' دیکھ چکی انقلاب　　جس سے دگر گوں ہوا' مغربیوں کا جہاں
قلب مسلماں میں ہے' آج وہی اضطراب　　راز خدائی ہے یہ' کہہ نہیں سکتی زباں
دیکھئے اس بحر کی' تہہ سے اچھلتا ہے کیا　　گنبدِ نیلو فری' رنگ بدلتا ہے کیا

جاوید اقبال۔ 4 اپریل 2000ء